A**n Analytical Study of methodology of epitomization from Qiraat-e- Quraaniah by Sayyed Ameer Ali in**

 **Tafseer Muwahib –Ul-Rahman**

Dr. Mahboob Alam Farooqui[[1]](#footnote-1)

Muhammad Yousaf[[2]](#footnote-2)

**Abstract**

It is clear from the fact that Allah has revealed the Quran in seven letters. And there are many things hidden in it. These are important to make Quranic readiness easier for people who read, and translate translation of Quranic words, in the contemporary interpretation of the meaning of Wafa'am and Ahmah Mussel, to smooth the path of extravagance and ease for the Umrah period. There are many such sciences that stand on the basis of different types of trees. These verses are explaining the meaningful meaning of Quranic interpretation in the Qur'aan, based on the verses of the Qur'aan, a faqha is a knowledge of a profession in the verses of the Quran, that is, in fact, the interpretation of Salaf is mentioned in the verses, On the basis of them, the Koran receives discrimination and Ejaz, which is mentioned in Koran in case of Kaafir's challenge

**و ان کنتم فی ریب مما نزّلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من** **مثلہ وادعوا شہدآء کم من دون اللہ ان کنتم صادقین۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا**

And if you suspect that this book which we ascend to our servant, it is not ours, so make one Surah like it, call our new ones, except for Allah Take the help you want, if you are truthful then do this work, but you did not do this and could never believe." In relation to knowledge, other scholars and scholars (interpretation, jurisprudence, problems, beliefs, knowledge, knowledge and virtue of Muslim tradition) will be cleared.

Keywords: Quran in seven letters, interpretation, translation of Quranic words

موضوع کاتعارف

قرآن کریم کی تفہیم کے لئے آنحضورﷺ کے زمانہ سے لیکر آج تک اسکی تشریح و تفسیر بیان کی گئی ہے ۔ آج کے دور تک ہزاروں تفاسیر مفسرین نے لکھی ہیں ۔ ہر مفسر نے ایک الگ اور منفرد اسلوب اور منہج اپنایا ہے ۔آج سےتقریباً 120 سال پہلے 1902ء میں سید امیر علیؒ نے پرصغیر میں تفسیر” مواھب الرحمان “ اردو زبان میں لکھی جب اردو زبان ارتقائی دور میں انگڑائیاں لے رہی تھی ۔سید امیر علیؒ نے سابقہ تمام عربی اور فارسی تفاسیر سے اپنی تفسیر کی تالیف کے دوران رہنمائی لی ہے اور اپنی تفسیر میں جہاں لغت و نحو ،اسرائیلیا ت اور احادیث و آثار ِصحابہ سے استفادہ کیا ہے وہیں آپؒ نے علم قرآت سے بھی بھرپور استفادہ کیا اور تفسیر میں قرآت قرآنیہ سے استدلال کیا ہے ۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے مختلف قرآت کو ذکر کرتے وقت ان کی صحت و تواتر کا خیال رکھا ہے؟ آپ نے قرآت کے بنیادی ماخذ کی طرف کیا رجوع کیا ہے ؟ اور قرآت سے تفسیری استدلال میں کونسا منہج اختیار کیا ہے ۔ درج ذیل صفحات میں ان سوالوں کا جواب اس مقالہ بعنوان : ”سید امیر علیؒ کا تفسیر مواھب الرحمان میں قرآت قرآنیہ سے استدلال کے منہج کا تجزیاتی مطالعہ“ میںتلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔

اسلوبِ تحقیق:

اس مقالہ میں تجزیاتی منہج ِ تحقیق اپنایا گیا ہے ۔ تحقیقی مقاصد کے لئے مواد کو تجزیاتی اور بیانیہ اسلوب ِ تحقیق میں تحریرکردیا گیا ہے ۔غیر ضروری طوالت سے اجتناب کیا گیا ہے ۔ تفسیر مواھب الرحمان میں سید امیر علی ؒ نے قرآت قرآنیہ سےجو استفادہ کیا اس کے متعلقہ مواد کو ملخص کرکے پیش کیا گیا ہے ۔ اس موضوع پر بنیادی کتب سے مواد کو اخذ کر کے احاطہ تحریر میں پیش کیا گیا ہے اور اس کاتجزیہ بھی کیا گیا ہے ۔ حوالہ جات مقالہ کےآخر میں لکھے گئے ہیں۔پہلی بار حوالہ مکمل شکل میں دیا گیا ہے دوسری بار حوالہ دیتے وقت صرف مصنف کا نام اور کتاب کا نام اور صفحہ نمبر ذکر کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے ۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ(Literature Review)

سید امیر علی ملیح آبادیؒ کی تفسیر ” مواھب الرحمان “ پر اب تک جو تحقیقی کام ہوا ہے اس کا مختصر احوال کچھ یوں ہے؛

1. ”تفسیر مواھب الرحمان (از سید امیر علی ؒ ملیح آبادی) کا تحقیقی مطالعہ“، کے عنوان سے ڈاکٹر نور حبیب صاحب ( جوگونمنٹ اُگی کالج خیبر پختونخواہ سے پروفیسر کے طورپر اب ریٹائرڈ ہوچکے ہیں)نے ڈاکٹر محمود اختر صاحب کی زیر نگرانی پنجاب یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کے مقالہ طور پر 2007ءکوپیش کیا ۔
2. تفسیر مواھب الرحمان کے فقہی مباحث اور طرز استدلال :تفسیر مواھب الرحمان کے حوالے سے ایک تحقیقی کام ایم فل لیول کا ہے جو حافظ منیر احمد نے ڈاکٹر نسیم محمود کی زیر نگرانی ” بعنوان : تفسیر مواھب الرحمان کے فقہی مباحث اور طرز استدلال کا تحقیقی مطالعہ “ ہے ۔ جسے مقالہ نگار نے شعبہ اسلامی فکر و تہذیب (ITC) یونیورسٹی آٖ ف منیجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی سیالکوٹ میں ایم فل کی ڈگری کے حصول کے لئے 2020ء میں پیش کیا ہے ۔
3. تفسیرمواھب ال‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏رحمان کے کلامی مباحث اور طرز ِ استدلال:یہ تحقیقی مقالہ ایم فل لیول کی ڈگری کے حصول کے لئے جناب حافظ حفظ الرحمان نے ڈاکٹر نسیم محمود صاحب کی زیر ِنگرانی شعبہ اسلامی فکر وتہذیب (ITC) یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی سیالکوٹ میں 2020ء کو پیش کیا ۔
4. تفسیر مواھب الرحمان تصوف کے مباحث اور طرز استدلال: حافظ محمد عثمان علی نے ڈاکٹر نسیم محمود کی زیر ِ نگرانی 2020ء کو یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی سیالکوٹ کے شعبہ اسلامی فکر وتہذیب میں ایم فل کی ڈگری کے لئے پیش کیا ۔اس کے علاوہ اس تفسیر کے حوالے سے کوئی مزیدتحقیقی کام میری دانست کے مطابق نہیں ہوا ہے ۔

جس موضوع پر میں مقالہ تحریر کررہا ہوں یعنی: ”سید امیر علیؒ کا تفسیر مواھب الرحمان میں قرآت قرآنیہ سے استدلال کے منہج کا تجزیاتی مطالعہ ؛اس پر اب تک کوئی کام نہیں ہوا ہے اور نہ ہی کسی تحقیقی مجلّہ میں زیور ِطبع ہوا ہے۔

صاحب ِمواھب الرحمٰن کامختصر تعارف:

 نام ونسب: مولانا کا نسب سید امیر علی ملیح آبادی بن سید معظم علی بن سید خیرات علی بن سید محمد طاہر بن سید ہمت خان ہے ۔ آپ کا نسبی تعلق جیسا کہ ناموں سے ظاہر سے ہے ایک سادات خاندان سےہے ۔ آپ کاسلسلہ نسب خلیفہ چہارم حیدرِ کرار سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا سے جا ملتا ہے ۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا تعلق بھی ایک سادات خاندان سے ہے اور ان کا نام سیدہ منیرہ ہے۔آپ کانام ابتداء میں عبدالرزاق محمد رکھا گیا تھا ۔ اس کے بعد آپ کے نام '' سید امیر علی ؛ شہید ِ بابری مسجد امیر المجاہدین سید امیرالدین علی شہید( 1282ھ) کے نام سے متاثر ہو کر رکھا گیا[[3]](#footnote-3)

تاریخِ پیدائش و جائے پیدائش:آپ کی 1274ھ بمطابق 22 اگست 1857ء میں ہوئی ۔ اس طرح آپ کی 1857ء کی جنگِ آزادی کے پر شورش زمانے میں ہوئی ۔ سید امیر علیؒ انڈیا کی موجودہ ریاست اتر پردیش کے ایک مشہور شہر ” ملیح آباد“ میں پیدا ہوئے جو ریاست ، کے دارالحکومت لکھنؤ سے 15 میل کے فاصلے پر ہے ۔ ملیح آباد انگریزوں کے زمانے میں لکھنؤ ضلع کی اہم تحصیل تھی جو زراعت اور باغات کی وجہ سے بہت مشہور تھی اور ملیح آباد کے آم بھی بہت شہرہ رکھتے تھے۔[[4]](#footnote-4)

تعلیم و تربیت اور دینی علوم کا حصول:

 مولانا سید امیر علی کے والدین اُس وقت انہیں داغِ مفارقت دے گئے جب وہ ابھی بچپن میں کھیل کود میں مصروف تھے ۔آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کی چچا زاد بہن نے کی ۔ آپ نےابتدائی تعلیم ملیح آباد کے ایک اردو مدرسہ سے حاصل کی ۔آپ ؒ نے عربی فارسی،منطق،علم کلام اور دینی علوم مولانا عبداللہ الارویؒ اور مولانا صدر علی مہاجر ؒ اور قاضی بشیر الدین الشمانی ؒسے سیکھے ۔ حدیث ،تفسیر اور فقہ کے علوم دہلی میں عظیم محدث ومفسر امام العصر مولانا سید نزیر حسین دہلویؒ سے حاصل کئے[[5]](#footnote-5)۔

 مولانا نے خود لکھا ہے کہ میں نےفلسفہ وغیرہ ترک کردیا اور اپنے آپ کو سنت کے طریق پر چلایا ۔ آپ سید نذیر حسین دہلوی ؒ کے دروس میں 1880؁ ء تک شامل رہے اور علم وعرفان کے موتی چنتے رہے ۔ حصولِ علم کے بعد آپ واپس اپنے آبائی شہر چلے گئے وہاں آپ نے مختلف تعلیمی ادروں میں تدریس کے فرائض انجام دئے ۔ آپ کےاس دور کے اہم شاگرد مولانا عبدالحی حسنیؒ ہیں جنہوں نے آپ سے جلالین پڑھی [[6]](#footnote-6)

مطبع نول کشور سے تعلق: مولانا سید امیر علی جب لکھنؤ میں درس وتدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے اس دوران ان کی ملاقات منشی نول کشور (1836ء-1885ء)سے ہوئی ۔ پھر آہستہ آہستہ گہرے تعلقات قائم ہوئے۔ منشی نول کشور ایک علم دوست اور بہت معروف شخصیت تھی اور وہ ایک پرنٹنگ پریس چلاتے تھے ۔ منشی نول دیگر کتابوں کے ساتھ اسلامی اور مذہبی کتابیں بھی چھاپنے کا اہتمام کرتے تھے ۔ تو سید امیر نے وہاں پر ملازمت اختیا ر کی اور ایک عرصہ دراز تک کتابوں کی پروف ریڈنگ اور تصحیح کا کام کیا ۔ سید صاحب نے کئی کتابوں کے ترجمے بھی کیے۔ [[7]](#footnote-7)

سید امیر کے اپنے بیان کے مطابق ان کے معاشی حالات بہت خراب ہوگئے اور فاقوں کا سامنا کرنا پڑا تو ایسے حالات منشی نول کشورسےرابطہ کیا کہ انہیں مطبع خانہ میں ملازمت دی جائے تو منشی نول نےبغیر کسی لیت ولعل کے 50 روپے ماہوار پر نوکری پر رکھ لیا اور شروع میں آپ باقاعدہ مطبع میں جا کر کام کرتے رہے ۔وہاں حالات پر سکون نہیں ہوتے تھے اور وہاں ہر وقت لوگوں کا رش لگا رہتا تھا اس پرمنشی نول نے انہیں حاضری سے اسثناء دے دیااور مولانا اپنے گھر بیٹھ کر مطبع کے لئے علمی اور تحقیقی کام کرتے رہے اور منشی نول نے ان کے مزاج کا خیال کرتے ہوئےحقہ کا اہتمام بھی ان کے گھر پر کروادیا تھا۔ [[8]](#footnote-8)

مولاناسید امیر علی منشی نول کشور کو بہت عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے ان کےدل میں منشی نول کی کس قدر عظمت تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے انہوں نے منشی نول کے متعلق فتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ کرتے ہوئے اس کے مقدمہ میں لکھا'

 'اس بے مثال فتاوٰی کے ترجمہ کی جانب توجہ ایک دریا دل رئیس ،بامروت، سنجیدہ خصلت اور عالی ہمت نے توجہ فرمائی اور اس کا ترجمہ کرایا۔ [[9]](#footnote-9)

تصانیف: مولانا نے درج ذیل علمی سرمایہ چھوڑا ہے:

1. تفسیر مواھب الرحمٰن المعروف بہ جامع البیان
2. شرح صحیح بخاری اردو ( غیر مطبوعہ)
3. فتاوٰی عالمگیری کا (اردو ترجمہ)
4. عین الھدایہ کا (اردو ترجمہ)
5. الحاشیۃ التوشیح (عربی) جو تنقیح الاصول کی شرح ہےجو علامہ صدر الشریعۃ الاصغر عبیداللہ بن مسعود کی کتاب ہے۔
6. حاشیۃ علی تقریب التہذیب (عربی)
7. المستدرک فی الرجال (عربی )
8. التزنیب لتقعیب التقریب (عربی)[[10]](#footnote-10)

وفات:

 26 اپریل بروز اتوار 1919؁ کو سید امیر علی دنیا ئے فانی کوچ کر گئے ۔ انّا للہ انّا الیہ راجعون [[11]](#footnote-11)

تفسیر مواھب الرحمٰن کا تعارف :

 مولانا سید امیر علی ؒ کی یہ تفسیر " مواھب الرحمان؛ جو جامع البیان کے نام سے مشہور ہوئی ۔ یہ پہلی بار 1896ء تا 1902ء تک 30 جلدوں میں لکھنؤ کے مکتبہ نول کشور پریس سےشائع ہوئی ۔یہ تفسیر منشی نول کشور مطبع کے مالک کی تحریک وتحریض پر لکھی گئی تھی۔

مگر اسکے اسباب اور بھی ضرور ہوں گے نہ صرف یہ کہ مطبع کے مالک کی خواہش تھی ۔ ان کے دور میں برصغیر کے مسلمان پر آشوب دور سے گزر رہے تھے اقتدار برطانوی استعمار نے مسلمانوں سے چھین لیا تھا ۔ لوگ اخلاقِ رذائل سے متصف ہوگئے تھے اور اخلاقِ شریفہ کا خاتمہ ہوگیا تھا ۔ عورتوں ، بچوں کا قتل کیا گیا ۔ عدالتوں میں جج فاسق اور گواہ بدکار تھے، کہیں بھی جان و مال کی حفاظت کے آثار دکھائی نہیں دیتے تھے ، ظلم ، فسق وفجور اور بددیانتی کا بازار گرم تھا [[12]](#footnote-12)۔

 اس کے علاوہ مولانا سید امیر علی صاحب سیر سید احمدخان ، متجددین اور نیچری فرقہ سے بھی اچھی طرح آگاہ تھےاوران کے باطل نظریات کی تردید بھی آپ کے پیش نظر تھیں جیسا کہ مقدمۃ التفسیر میں فرماتے ہیں کہ

”اسوقت مسلمانوں اعتقادات حقہ سے بہکانے وشک دلانے میں اہل شرک ظاہری،یہود ونصارٰی وہنود مجوس کا فتنہ چنداں مضر نہیں ہے جس قدر فرقہ نیچر معتزلہ وغیرہ سے ضرر ہےکیونکہ اس فرقہ نے ظاہری صورت اسلام ولباس ونام کے پیرایہ میں اپنی جاہلانہ کفر وبدا عتقادیوں سے بہت سے جاہل مسلمانوں کو دائرہ کفر میں کھینچ لیا اور یہ بدبخت سادہ لوح ظاہری صورت پر فریفتہ ہو کر مطیع ہوگئے“[[13]](#footnote-13)

مترجم نے یہ تفسیر البتہ اہل السنّۃ والجماعۃ کے لئے لکھی ہے خصوصاً کم علم لوگوں کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے عقائد کو شک وشبہہ سے بچانےکے لئے، وساوس شیطان کو رفع کرنے کی بہت کوشش کی تاکہ نیچر ، روافض اور خوارج کے اہام سے بچ جائیں۔ [[14]](#footnote-14)

تفسیر مواھب الرحمان کی مختلف اشاعتیں:

یہ تفسیر دو بار 1902ء اور 1931ء کو مطبع نول کشور لکھنؤ سے 30 جلدوں میں شائع ہوئی۔ پاکستان بننے کے بعد یہ تفسیر نئی کتابت کے ساتھ ' قرآن کمپنی لمٹڈ ، لاہور کے ناشر ڈاکٹر امجد مسعود رفاعی نے فروری 1977ء میں ' الحرم پریس، ہجویری پارک لاہور سے شائع کی۔اس طرح مکتبہ رشیدیہ لمٹڈ لاہور کے مالک حافظ عبدالرشید ارشد نے نول کشور ایڈیشن کی فوٹو کاپی لے کر جنوری 1977ء کو دوبارہ اصل شکل میں 10 جلدوں میں شائع کیا ۔

تفسیر مواھب الرحمان کاعمومی منہج و اسلوب: تفسیر مواھب الرحمان کا منہج اور سور وآیات کی تفسیر کاطریق کا ر تفسیر بالماثور کا اختیار کیا ہے ۔ مولانا سید امیر علی پہلے سورت کا تعارف بیان کرتے ہیں ، سورت مکی یامدنی ہے، پھر آیات کے نزول کا زمانہ ذکر کرتے ہیں ۔ سورت کی فضیلت بیان کرتے ہیں۔ یہ فضیلت احادیث کی روشنی میں ذکر کرتے ہیں اور پھر مفسرین کرام کے حوالے سے بھی اسکی آیات کی فضیلت اور ان کے زمانہ میں اگر فرق ہے تو وہ واضح کرتےہیں۔پھر آیات کی تفسیر میں پہلے الفاظ کے معانی کی تشریح کرتے ہیں ۔پھر آیات کی تفسیر پہلے قرآن سے کرتےہیں۔اس کے بعد وہ احادیث ذکر کرتےہیں جو امام ابن کثیرؒ نےاپنی تفسیرمیں بیان کی ہیں۔ اسکے ضروری مسائل اور فقہی نکات، شان نزول، واقعات، باطل فرقوں کا رداور تصوف کے مسائل بھی آخرمیں بیان کرتے ہیں۔ الفاظ کی تشریح لغوی اور اصطلاحی ذکرکرتےہیں اور اس کے لئے زیادہ تر حوالہ جات تفسیرِ کشّاف کے دیتےہیں۔بعض اوقات احادیث کی اسناد بھی بیان کرتے ہیں اور احادیث کی صحت پر حکم بھی لگاتے ہیں۔ تفسیر مواھب الرحمان میں درج ذیل مصادر سے تفسیر بیان کی گئی ہے ؛

1. قرآن مجید
2. احادیث رسولﷺ
3. اقوالِ صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین
4. اقوال تابعین ؒ
5. لغتِ عرب اور عربی ادب اور صرف ونحو اورقرات ۔

قرآۃ کا لغوی مفہوم:قرأۃ کا لفظ قرآن و حدیث اور عربی ادب میں کثرت سے مستعمل ہے یہ لفظ قرء سے ماخوذ ہے ۔ اہل لغت نے لفظ قراءۃ کو قرأ سے مشتق قرار دیا ہے ۔ اس لفظ قرأ میں متعدد معانی پائے جاتے ہیں مگر ان میں مشترک مفہوم جمع ،اجتماع اور انضمام پایا جاتا ہے علامہ ابن منظور[[15]](#footnote-15) نے لسان العرب میں امام ابن اثیرؒ[[16]](#footnote-16) کے حوالے سےلکھا ہے؛القراءۃ و الاقتراء و القاریء و القرآن ، والاصل فی ھذہ اللفظۃ الجمع ، وکلُّ شیءٍ جمعتہ فقد قراءتہ و سمی القرآن لانہ جمع القصص و الامر و النہی و الوعد و الوعید و الآیات و السور نعضہا الی بعض و ھو مصدر کالغفران و الکفران[[17]](#footnote-17)۔

کہ قراءۃٌ ،اقتراء،قاریٌ اور قرآن کے الفاظ حدیث میں بہت زیادہ مستعمل ہیں اور ان میں بنیادی مفہوم ”جمع“ کا پایا جاتا ہے ۔ لازمی بات یہ ہے کہ جب کوئی کسی قسم کا میٹریل اور مواد جمع کرتا ہے تو اسے ضرور پڑھتا بھی ہے۔لہذا قرآن کو اس لئے قرآن کہا جاتا ہے کہ اس میں قصص اوامر و نواہی ،وعد ووعیداور آیات و سور میں پوشیدہ دینی اور علوم وفنون کے حقائق کو جمع کردیا گیا ہے یہ یہ غفران اور کفران کے وزن پر مصدر ہے۔

امام ابن قیّم الجوزیہؒ نے (751ھ) قراءۃ کو قرأ یقرأ سے مشتق قرار دیا ہے اور امام ابن قیّم ؒ نے قریٰ یقری اور قرا یقرأ کے معانی میں فرق کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ پہلا قریٰ یقری کا معنی جمع اور اجتماع ہے جبکہ قرأیقرأ کا معنی کسی چیز کو نپے تلے انداز میں واضح کرنا ہے اور اس کے درست مخرج سے ادا کرنا ہے ۔ قراءۃ القرآن بھی اسی سے ہے ۔ قرآن مجید کو پڑھنے والا بھی بغیر کسی کمی وبیشی کے مخارج سے حروف کو صفات کے ساتھ ادا کرتا ہے اور اسکی دلیل انہوں نے قرآن کریم کی یہ آیت دی ہے انَّ علینا جمعہ و قرُآنہ [[18]](#footnote-18)۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے جمع اور قرآن میں فرق کردیا ہے اگر دونوں کا ایک ہی معنی مراد ہوتا تو بھر صرف تکرار کے سوا کچھ نہیں ہے ۔

قرأۃ کا اصطلاحی مفہوم: علامہ محمد علی تھانوی نے یوں بیان کیا ہے ؛

القرأۃ عند القرآء ان یقرأ القرآن سوآء کانت القرأۃ تلاوۃً بان یقرأ متتبعاً او اداءً بان یاخذ من مشائخ و یقرأ کما فی الدقائق المحکمۃ [[19]](#footnote-19)۔

ترجمہ:قرآء عظام کے نزدیک قرأۃ سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کو پڑھا جائے وہ قراۃ باعتبار تلاوت ہو یا مسلسل ہو یا ادا کے اعتبار سے ہو یہ برابر ہے ۔ ضروری بات یہ ہے کہ وہ مشائخ سے دقائق محمکہ کے اصول سے اخذ کر کے پڑھا جائے ۔

امام بدرالدین زرکشیؒ نے لکھا ہے : و اعلم انّ القرآن و القرآت حقیقتان متغایرتان فالقرآن ھو الوحی المنزل علی محمد ﷺ للبیان و الاعجاز والقرآت ھی اختلاف الفاظ الوحی

المذکور فی کتبۃ الحروف او کیفیتھا من تخیف و تثقیل و غیرھما[[20]](#footnote-20)۔

ترجمہ: اور تم یہ اچھی طرح جان لو کہ قرآن اور قرأۃ دونوں متلازم حقیقتیں ہیں پس قرآن مجید وہ وحی ہے جو بیان اور اعجاز کے لئے حضرت محمد ﷺ پر اُ تاری گئی اور قرأۃ سے مراد وحی کے الفاظ اور کیفیت میں ایسا اختلاف ہےکہ کون کونسا حرف کس طرح لکھا جائے گا اور کیفیت سے معلوم ہوا کہ کس طرح اسے پڑھا جائے گا جو تخفیف وتشدید میں لکھا ہوا مذکور ہے ۔

اس سے واضح ہو اکہ قرأۃ مختلف فیہ حروف کے ساتھ خاص ہے ۔اس تعریف میں امام زرکشیؒ نے اختلاف الفاظ الوحی لکھا ہے جس میں قرآت مواترہ اور شاذہ صحیحہ کو شامل کردیا ہے ۔ اس لئے کہ لفظ قرآن صرف قرآت متواترہ کو شامل ہے اور وحی کا لفظ دونوں کے لئے ہے

امام جزریؒ نے قرأ ۃ کی تعریف یوں کی ہے ؛القرآت علم بکیفیۃ اداء کلمات القرآن و اختلافہا بعزوالناقلۃ خرج النحو اللغۃ و التفسیر و ماشبہ ذلک[[21]](#footnote-21)۔

ترجمہ: قرآۃ کا مفہوم یہ ہے کہ کلمات قرآنیہ کی ادائیگی کی کیفیت اور ناقلین کی طرف منسوب ان کے اختلاف کے علم کا ہونا ہے۔اور اس سے علم نحو و لغت اور تفسیر اور اس سے مشابہ علوم وفنون خارج ہو جاتے ہیں۔

سب سے جامع تعریف علامہ شہاب الدین قسطلانیؒ (923ھ) نے ان الفاظ میں کی ہے

” علم یعرف منہ اتفاق الناقلین لکتاب اللہ و اختلافھم فی اللغۃ و الاعراب و الحذف والاثبات والتحریک والاسکان والفضل والاتصال و غیر ذلک من ھیئۃ النطق والابدال من حیث السماع و علم بکیفیۃ اداء کلمات القرآن و اختلافھا معزوّا لناقلہ[[22]](#footnote-22)

قرآت وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے لغت ،اعراب، حذف، اثبات، تحریک، اسکان ،فصل وصل اور ادائیگی کلمات کا پتہ چلتا ہے اس اختلاف اور اتفاق کا تعلق نقل اور سماع سے ہے اور یہ ایسا علم ہے جس کے ذریعہ قرآنی کلمات کی ادائیگی اور ان کے اختلاف کا معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس اختلاف کو نقل کرنے والا کون ہے ؟

مذکورہ بالا تعریفوں سے واضح ہوا کہ قرآۃ یہ ہے کہ جس میں قرآن کے الفاظ کو نبی کریمﷺ کی طرح دا کیااور پڑھا جاتا ہے اور یہ بھی ہے کہ آپؐ کے سامنے الفاظ قرآنی کو پڑھا گیا اور آپؐ نے انہیں برقرار رکھا ۔نبیﷺ سے ان الفاظ کا نطق فعلاً یا تقریراً منقول ہو ۔ وہ کئی الفاظ ہوں یا ایک لفظ ہو۔ قرآۃ کبھی تو آپؐ کے سامنے ادا کئے گئے الفاظ ہیں جن کا برقرار رکھا جانا ثابت ہو یا وہ آنحضورﷺ سے سماعت کئے گئے ہوں ۔ اگر ایک لفظ کی قرآۃ منقول ہے تو وہ قرآء کرام کے ہاں متفق علیہ ہے اور کئی الفاظ ہیں تو وہ قرآء کے نزدیک مختلف فیہ ہیں ۔ در اصل یہ بھی رسولؐ کی طرف سے پڑھائی گئی قرآۃ ہوتی ہے جس کوروایت کرنے میں صحابہ کرام ؓ نے اختلاف کیا ۔

قرآۃ کی اقسام :بنیادی طور پر قرآت کی دو اقسام بیان کی جاتی ہیں :(1) قرآت متواترہ(2) قرآت شاذّہ

تفسیر مواھب الرحمان میں قرآت قرآنیہ سے استدلال کا منہج: جیسےدیگر مفسرین نے قرآت قرآنیہ سے تفسیر قرآن میں استدلال کیا ہے اسی طرح سید امیر علیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں قرآت کی مدد سے الفاظ قرآنی کے مفہوم کو بیان کیا ہے ۔ تفسیر مواھب الرحمان میں سید امیر علی ملیح آبادیؒ نے قرآت قرآنیہ سے بھر پور استفادہ کیا ہے اور مقدمہ تفسیر میں قرآت قرآنیہ کاتعارف ذکر کیا ہے اور اس کے متعلقہ اصول و ضوابط بھی بیان کئے ہیں ۔سید امیر علیؒ نے قرآت متواترہ اور شاذہ سے استدلال کرنے کے اصول بھی واضح کئے ہیں ۔ مقدمہ میں مذکور قواعد ہی ان کا قرآت سے استدلال کامنہج ہے ۔

صاحب مواھب الرحمان کے نزدیک قرآت کی اقسام :قرآت کے متعلق مولانا سید امیر علیؒ یو ں لکھتے ہیں ؛ قرآت متواترہ و مشہورہ و آحاد و شاذہ و موضوع و مدرج واضح ہو کہ قرآت قرآء سبعہ رحمھم اللہ تعالیٰ متواترات ہیں معنی یہ کہ جیسے قرآن کریم متواتر قطعی ہے اسی طرح یہ قرآت سبعہ بھی رسولﷺ سے اس کثرت سے متصل ہیں کہ یہاں وہم وگمان وغیرہ کسی چیز کو دخل نہیں بلکہ عقلاًقطعی ہیں ۔ شیخ ابن الجزریؒ نے فرمایا کہ ہر قرآت جو صحیح اسناد سے ثابت ہوئی اور وہ زبان عربیت سے کسی وجہ پر متوافق ہے اور وہ مصاحف عثمانیہ میں سے کسی سے موافق ہے تو یہ قرآت منجملہ سات حروف کے ایک حرف ہے جن کے ساتھ قرآن نازل ہوا یعنی حدیث میں گزرا ہے کہ قرآن مجید کا نزول سات حروف پر ہوا پس جس کو جو میسر ہو پڑھے[[23]](#footnote-23) ۔

سید امیر علیؒ نے قرآت متواترہ صحیحہ کے ارکان تین ذکر کئے ہیں ۔ ان میں سے (1) اسناد صحیحہ(2)عربی زبان میں کسی وجہ پر موافق ہونا(3) جو مصاحف کثیرہ حضرت عثمانؓ نے آفاق میں بھیجے تھے ان میں سے کسی میں قرآت کی خبر موجود ہو تو یہ قرآت صحیح ہے اور اس کا قبول کرنا واجب ہے ۔ وہ قرآت ائمّہ سبعہ سے متواتر ہو یا ان سات کے علاوہ تین دوسرے قرآء میں سے کسی سے منقول ہو یا کسی صحابی یا تابعی سے ثابت ہوپس یہ صحیح ہے اس کے علاوہ غیر صحیح ہے وہ لکھتے ہیں ؛جب کوئی قرآت ایسی ہو جس میں تین باتوں میں سے کوئی امر نہ ہو مثلاً اسناد صحیح نہ ہو یا وجہ عربیت سے بالکلیہ مخالف ہو یا وہ کسی مصحف میں ثبوت نہ ہوتو ضعیف یا باطل یا شاذ ہوگی خواہ یہ قرآت قرآء سبعہ سے بیان کی جاوےیا ان سے کسی بزرگ سےلائی جاوےاور یہی قول ائمّہ تحقیق سلف وخلف سے صحیح ہے اور اسے سلف میں کسی سے خلاف نہیں پایا گیا ہے ۔شیخ ابو شامؒہ ودانی وغیرہم نےاس کی تصریح کی اور ابوشامہؒ نے کہا کہ ہر قرآت پر جو قرآء سبعہ کی نسبت کی جاوے مغرور نہ ہوجانا چاہیے کہ اس کو خواہ مخواہ کہنے لگے اور جزم کرے کہ یوں ہی نزول ہوا ہے بلکہ جو ضابطہ کلیہ بیان کیا گیا ہے اسی پر منطبق کرنا ضرور ہے پس صحیح قرآت تو اس ضابطہ سے خارج نہ ہوگی[[24]](#footnote-24)۔

قرآت شاذہ کی پہچان کے متعلق سیدامیر علیؒ موقف اپناتے ہوئے لکھتے ہیں کہ؛ قرآۃ کے ضابطہ میں جو یہ لکھا ہےکہ زبان عربیت سے کسی وجہ کے ساتھ موافق ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ زبان عرب جس قاعدہ پر ہے اس سے موافق ہو خواہ افصح یا فصیح ہو یعنی فصیح ہونا ہر کلمہ پر ضروری نہیں ہے اور اگر اس وجہ میں کسی نے ااختلاف کیا تودیکھا جاوے کہ قرآت ہی شاذ ہوتو ظاہر ہے اور اگر یہ قرآت صحیحہ یا اس سے زائد مشہور ہوتو کسی نحوی کا انکار معتبر نہ ہوگا اس واسطے کہ صحیح اسناد کے ساتھ اماموں کا قبول کرنا اور ان میں شائع ہونا یہی رکن اعظم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ دلیل قطعی اس پر یہ ہے کہ نحویوں نے زبان عرب کے قواعد بنائے ہیں اور زبان عرب سابق سے موجود اور قرآن مجید پہلے نازل ہوا اور صحابہؓ جس زبان عرب سے جو ان کی اصلی زبان ہے اور اسکے بلیغ فصیح محاورات سے واقف تھے اور وہ وقوف کسی کو میسر نہ ہوگا اگرچہ وہ مابعد نسل عرب سے کیوں نہ ہو[[25]](#footnote-25)۔

مولانا سید امیر علیؒ قرآت شاذہ کے فوائد اور قرآت شاذہ سے قرآنی حکم میں اضافہ کی کیا شرائط ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ؛ حضرت ابوعبیدہؓ نے فضائل قرآن میں لکھا کہ تفسیر آحاد و شاذ کی تتبع سے مقصود یہ ہے کہ قرآت مشہورہ کے معانی واضح ہوں جیسے قولہ تعالیٰ فاقطعواایدیھما متواتر ہے اورقرآت ابن مسعودؓ فاقطعوایمانھما یعنی دائیں ہاتھ کاٹو اس سے تفسیر ایدی کی مل گئی کہ دایاں مراد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ائمّہ حنفیہ بدوں مشہور کے قرآن پر زائد معنی جائز نہیں رکھتے تو ان کے طور کہا جاوے کہ قرآت شاذ بمنزلہ خبر واحد ہے پس جب خبر واحد سے تفسیر مل جاوے تو وہ آیت کی طرف نسبت ہوتی ہے گویا آیت سے دایاں کاٹنا ثابت ہے لیکن مخفی نہیں کہ اس وقت حکم قطعی نہیں رہتا تو چور کے حق میں قطع کرنے میں بدوں قطعی کے جواز کیونکہ ہوا۔ اور میرے نزدیک یوں کہا جاوے کہ سزا ئے قطع عملاًمتواتر ہے تو دایاں کاٹنا مشہور تھا فافہم[[26]](#footnote-26)۔

قرآت سبعہ کے علاوہ قرآت صحیحہ کے بارے سید امیر علیؒ لکھتے ہیں کہ اگر ضابطہ کے مطابق ان قرآء سبعہ کے علاوہ دیگر سے بھی منقول ہے کو صحیح اور درست ہے وہ لکھتے ہیں؛اور صحت صرف اسی پر موقوف نہیں کہ انہیں قرآء سبعہ سے منقول ہوبلکہ اگر غیروں سے اسی ضابطہ کے ساتھ منقول ہو تووہ بھی صحیح ہےاور اگر قرآء سبعہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے اسی ضابطہ کے ساتھ نہ ہوتو وہ بھی صحیح نہیں ہےکیونکہ اعتماد تو اوصاف کے جمع ہونے پرہےپس جس قرآت میں یہ تینوں اوصاف جمع ہوں وہ صحیح ہےاور اگر کسی وصف میں خلل ہوتو اعتماد نہیں ہے تو مدار ان اوصاف پر ہےاور کسی شخص کی طرف نسبت کرنے کا اعتبار نہیں ہے[[27]](#footnote-27)۔

 سید امیر علی ؒ قرآت کاصحیح الاسناد ہونے کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ؛عادل ضابط ثقہ اپنےمثل سے روایت کرے اسی طرح اوپرتک منتہی ہو اور صحابہؓ کل عادل ثقہ ضابط ہیں اور باوجوداس طرح صحت سند کے یہ بھی ہوکہ قرآت اس فن کے ائمّہ میں مشہور ہو اور شاذ نہ ہو ۔ شیخ ابو شامہؒ وغیرہ نے ہر قرآت کی نسبت تواتر کی شرط نہیں لگائی اور یہ صحیح ہے اس واسطے کہ قرآن کل متواتر ہےاور قرآت متواترہ معروف ہیں اورچونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض قرآت میں وسعت دی تو ہرقرآت کاتواتر مشروط نہیں ہے۔ پھرواضح ہوکہ اگر قرآت بنقل آحا دصحیح ہو لیکن معروف مشہور نہ ہو تو اکثر علماء کے نزدیک اس کو پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس کی مثال یہ سند صحیح سے پہنچا کہ قولہ (یاخذ کل سفینۃ غصبا) کو ابن مسعودؓ ” یاخذ کل سفینۃ صالحۃ غصبا “پڑھتے یعنی صالحۃ کا لفظ بڑھاتے تھے اور معنی واحد ہیں لیکن قرآت مشہورہ نہیں ہے پس تلاوت و نماز میں اس کو نہ پڑھے اس واسطے کہ شایدآخری دور میں یہ نسخ ہوا یعنی محو کیاگیا ہو یااجماع صحابہؓ کے خلاف ہے[[28]](#footnote-28)۔

سید امیر علیؒ نےقرآت مدرجہ کی وضاحت بہت آسان انداز سے کی ہے جو تفسیر کے طور پر بیان کی جاتی ہے اسکے متعلق وہ لکھتے ہیں؛تفسیر ایسے طور بیان کی کہ وہ قرآن سے ملی ہوئی ہے پس راوی کو شبہ ہوا کہ یہ قرآت ہے جیسے قولہ تعالیٰ ولہ اخ او اخت فلکل واحد اس کی تفسیر میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے پڑھا لہ اخ او اخت من ام فلکل واحد۔ رواہ سعید بن منصور۔ قولہ تعالیٰ لیس علیکم جناح ان تبغتوا فضلا من ربکم ابن عباسؓ نے زیادہ کیا فی مواسم الحج یعنی موسم حج میں تجارت کی اجازت ہے رواہ البخاری۔پس ملانے سے مشتبہ ہوتا ہے کہ کلمہ زائد قرآت ہے۔ قولہ تعالیٰ ؛ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و یستعینون باللہ علیٰ ما اصابھم ابن زبیرؓ نے قولہ ویستعینون الخ بطور موعظت تفسیری کے بڑھادیا حتیٰ کہ راوی نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ ان کی قرآت تھی یا بطور تفسیر زیادہ کیا ہے ۔ رواہ سعید بن منصور۔ لیکن ابن الانباری کی روایت میں جزم ہے کہ یہ کلمہ بطور تفسیر بیان فرمایا[[29]](#footnote-29)۔

مولانا سید امیر علیؒ نے مقدمۃ التفسیر میں وہ قرآت صحیحہ جو غیر متواترہ ہیں ان سے فقہی استدلال کا حکم ذکر کیا ہے ۔”واضح ہو کہ جو کچھ قرآن سے ہے وہ باالضرور اپنی اصل و اجزاء میں متواتر ہونا واجب ہے اور محل وضع و ترتیب میں بھی تواتر واجب ہے اس پر محققین اہل السنہ متفق ہیں ۔ لہذاقرآت صحیحہ غیر متواترہ کا پڑھنا جائز نہیں ہے اگرچہ فقہاء نے مشہور قرآت سے اعمال و احکام عملی استنباط کئے کیونکہ نیک عمل کے واسطے جز واحد کافی ہوتی ہےاور یہ تو مشہور ہےلیکن قطعی اعتقاد کے لئے متواتر ہونا شرط ہے۔ پس جو متواتر منقول نہ ہو تو اس کی نسبت قرآن ہونے کا یقین قطعی نہیں ہوگا [[30]](#footnote-30)۔

تفسیر مواھب الرحمان میں قرآت سے استدلال کا مختصر جائزہ:سید امیر علیؒ نے اپنی تفسیر مواھب الرحمان میں قرآت قرآنیہ سے بہت سارے مقامات پر آیات کی تفسیر کرتے ہوئے اور ان کا لغوی مفہوم بیان کرتے ہوئے اور احکام کا استنباط کرتے ہوئے استفادہ کیا ہے ان میں سے چند مقامات کا تذکرہ ذیل کے صفحات میں درج کیا جارہا ہے ۔مولانا نے مختلف قرآت ذکر کیں ہیں اور اختلاف قرآت کی وجہ سے قرآنی آیات کےترجمہ و تفسیر پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان پر بھی بحث کی ہے ۔

1. انَّ الّذین اتقوا اذا مسّھم طآئفٌ من الشیطٰن [[31]](#footnote-31)الخ

یہاں پر دو قرآتیں ہیں ایک ”طیف “ بروزن ”سیف“ ہے اور یہ قرآۃ امام ابن کثیرؒ و ابو عمرؒ اور کسائیؒ کہ ہے اور دوسری قرآۃ ” طائف“ ہے جو باقی قرّآء کی ہے ۔ طیف یا مصدر ہے یا مخفف ”طیف بروزن خیر ہے جیسے کہ امام کسائیؒ نے کہا ہے اور لغت میں اس کے معنی وہ چیز جو قلب میں متخیّل ہو یا خواب میں نظر آوے جیسے کہ النحاس نے کہا ہے ۔ اور شاعر نے کہا ہے ؛

 ؔ قولی لطیفک ینسنی عن مقلتی عند المنام – کیما انام فتنطفی نارتاجج فی العظام

 ترجمہ: اے میری معشوقہ تو اپنے طیف سے یعنی خیال و تصور سے کہہ دے کہ سوتے وقت میری آنکھوں کے سامنے سے ذرا ہٹ جاؤ تاکہ میں سوجاؤں کیونکہ جو آگ میری ہڈیوں میں بھڑک رہی ہے وہ ذرا ٹھنڈی ہوجائے۔

مختصر یہ کہ طیف ایسے امر متخیل کو کہتے ہیں و یقال طاف الخیال یطوف طیفا ۔ اور بعض نے کہا کہ ”طائف “کے بھی یہی معنی ہیں جو” طیف “کے ہیں اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے اس واسطے کہ ”طائف الخیال “کے محاورہ سے ”طائف“ اسم فاعل نہیں لاتے ہیں کیونکہ وہ محض بے حقیقت تخیل ہے اور ”طائف“ وہ شیطان خود ہے اور قولہ ” فطاف علیھا طائف من ربک “ میں” طیف “نہیں کہہ سکتے ہیں ۔ مفسر سید امیر علیؒ نے قرآۃ ” طیف “ اختیار کی ہے جسے مفسر جلالؒ نے بیان کیا ہے اور مسّ کی تفسیر اصابت سے ذکر کی ہے اور طیف سے المام شیطانی مراد لیا ہے یعنی ان کو چھو جانا پہنچا مترجم کہتا ہے کہ ارجح وہ تفسیر ہے جو شیخ جلالؒ نے ذکر فرمائی ہے ۔ حاصل آنکہ اہل تقوی کو جب المام شیطانی سے کچھ پہونچتا ہے تو، تذکروا ، اللہ تعالی ٰ کے عذا ب کویاد کرتے ہیں[[32]](#footnote-32)۔

1. مالک یوم الدین [[33]](#footnote-33)

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے سیدامیر علیؒ نے ”مالک“ دو قرآتیں ذکر کی ہیں وہ لکھتے ہیں کہ بعض قرآء نے مَلِکِ یومِ الدّین پڑھا بمعنی بادشاہ روزِجزا اور دوسرے قرآء نے مالک یوم الدین پڑھا ۔ اور یہ دونوں قرآتیں صحیح متواتر ہیں اور قرآت ِ سبعہ میں سے ہیں ۔ زمخشری نے کہا کہ حرمین مکہ ومدینہ کے لوگ” مالک “پڑھتے ہیں اور ابو بکر بن ابی داؤدؒ نے امام زہریؒ سے مرسل روایت کی آنحضرتﷺ و ابوبکر وعثمان و معاویہ ؓ کی قرآت مالک یوم الدین تھی ۔ ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی ”مَلِکِ یو م الدین “ کے یہ معنی ہیں کہ اس دن کسی شخص کو حکم کی قدرت نہ ہوگی جیسے دنیا میں بادشاہوں کو ہوتی ہے ۔ حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو مقبوض اور آسمانوں کو یمین میں پچیدہ کرکےفرمائیگا کہ بادشاہ میں ہوں! وہ کہاں ہیں؟ جو زمین کے بادشاہ تھے گردن کش کہاں ہیں؟ متکبر کہاں ہیں؟[[34]](#footnote-34)۔

1. اھبطوا مصرا[[35]](#footnote-35)

اس آیت کی قرآۃ کے بارے سید امیر علیؒ نے امام ابن کثیر ؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ؛ جومصاحف عثمان نے اجماع صحابہ سے لکھوائے تھے سب میں ”مصراً“ہے یعنی تنوین کے ساتھ بالف لکھا ہوا ہے اور یہی جمہور سلف وخلف کی قرآۃ ہے ۔ یعنی قرآۃ متواترہ ۔ وہ بھی اسپر متفق ہیں کہ امام ابن جریرؒ نے کہا کہ اجماع مصاحف کی دلیل سے میں جائز رکھتا ہوں کہ کوئی شخص اھبطوا مصرا بغیر الف اور تنوین کے پڑھے اور ابن عباسؓ نے بھی اس کی تفسیر میں کہا کہ معنی یہ ہیں کہ شہروں میں سے کسی شہر میں اترو اور اس کے موافق سدی وقتادہ و ربیع بن انس سے مروی ہے ۔ لیکن ابن جریر نے فرمایا کہ ابی بن کعبؓ و ابن مسعودؓ کی قرآۃ میں ”مصر“ بغیر الف ہے اور ابوالعالیہ و اعمش سے ایک اور روایت ربیع بن انس سے وارد ہوئی ہے کہ اس سے مراد مصر ِ فرعون ہے کیونکہ کبھی قرآۃ میں تنوین دے دیتے ہیں جیسے قوایر میں قوایرا کی بھی قرآۃ آئی ہے [[36]](#footnote-36)۔

ان مذکورہ مثالوں میں مولانا سید امیر علیؒ نے جو قرآتیں بیان کی ہیں آپؒ نے ان قرآت کے ماخذ اور مصادر کی طرف رجوع نہیں کیا ہے مناسب یہی ہے کہ قرآت کی تخریج اسکے بنیاد ی ماخذ ات سے کی جائے ۔ پہلی مثال میں آپ جو شعر ذکر کیا ہے وہ بھی نامعلوم شاعر کا ہے اور آپ نے طائف کامعنی جو راجح قرار دیا ہے وہ بھی بلاکسی دلیل کے ہے ۔ آپ نے یہ بھی بیان نہیں کیا کہ کون سی قرآت شاذ ہے اور کونسی متواتر ہے ۔ جبکہ مالک یوم الدین کی دونوں قرآت کو متواتر لکھا ہے اور مصر اً میں مصر والی قرآۃ شاذ ہے [[37]](#footnote-37)۔

1. و ماکان لنبیٍ ان یغلّ[[38]](#footnote-38)

اس آیت کی تفسیر مولانا سید امیر علیؒ نے قرآت متواترہ سے کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ یعنی یوں غلول نہیں کرسکتا کہ لشکر میں سے بعض کودے اور بعض کو نہ دے اور یہی ضحاک کا قول ہے مترجم کہتا ہے کہ معنی اس کے وہ ہیں جو محی السنۃ نے معالم میں مقاتل سے ذکر کئے کہ یہ آیت غنائم اُحد کے بارہ میں نازل ہوئی بایں معنی تیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑدی اور غنیمت کی خواہش کی اور کہنے لگے کہ ہم کو خوف ہے کہ رسول اللہﷺ یہ کہہ دیں کہ جو شخص جو چیز لے لے وہ اسی کی ہے اور غنیمت تقسیم نہ ہوجیسے بدر کی غنیمت تقسیم نہ ہوئی تھی پس نبیؐ نے ان سے فرمایا کہ میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا جب تک میرا حکم نہ پہنچے تو وہ بولے کہ ہم نے اپنے باقی ساتھیوں کو وہیں چھوڑدیا تھا تو نبیﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تمہارا گمان یہ تھا کہ ہم غلول کریں گے اور تمہارا حصہ نہ دیں گے اور بعض نے ”یَغُلّ“ صیغہ مجہول سے پڑھا جیسا کہ مفسر نے کہا کہ ایک قرآۃ میں بصیغہ مجہول ہے یعنی روا نہیں کہ نبی ؐ کی نسبت غلول کی طرف کی جاوےاور بعض نے کہا معنی یہ ہے کہ” ماکان لنبی ان یغلہ احد من اصحابہ “ یعنی صحیح نہیں کہ کسی نبی کے اصحاب میں سے کوئی اس کی خیانت کرے[[39]](#footnote-39)۔

اس مقام پر سید امیر علیؒ نے قرآت متواتر سے استدلال کیا ہے مگر اسکی وضاحت نہیں کی ہے ۔

1. و ان اردتم استبدال زوج مکان زوج وآتیتم احداھن قنطارا الخ[[40]](#footnote-40)

سید امیر علیؒ شاذقرآت سے بھی تفسیر بیان کی ہے جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں انہوں لکھا ہے کہ قنطارا سے مراد مالاکثیرا صداقا ہے یعنی مال کثیر ہے جو صداق دیا ہے اور کہا گیا کہ صدق جو مہر قبل خلوت کے ادا کیا جائے ۔ مترجم کہتا ہے کہ قنطارا کے معنی سورۃ آل عمران میں فی تفسیر قولہ زین للناس حب الشھوات من النسآء آلایۃ گزر چکے ہیں ۔ شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ نے کہا کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ مال کثیر عورت کے مہر میں دینا مقرر کرنا روا ہے کیونکہ قنطارمال کثیر کو کہتے ہیں اور ابن المنذر کی روایت ممانعت حضرت عمرؓ میں مذکور ہے عبداللہ بن مسعودؓ کی قرآۃ میں قنطاراً من ذھب تھا یعنی سونے کا ڈھیر اور حضرت عمرؓ نے جو عورتوں کے مہر کی زیادتی کرنے کی ممانعت فرمائی تو اس سے رجوع کیا چنانچہ سعید بن منصور و ابو یعلیٰ نے مسروق کے طریق سے روایت کی کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے منبر پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے لوگوں تم کیوں عورتوں کے مہر میں زیادتی کرتے ہو حالانکہ رسول اللہﷺ و آپ ؐ کے اصحاب چار سو درہم تک مہر رکھتے تھے یا اس سے کم پھر اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادتی کرنا کچھ تقوی یا کرامت ہوتا تو تم لوگ ان سے سبقت نہ کرتے پس آئندہ مجھے نہ معلوم ہو کہ کسی نے اپنی جورو کے مہر میں چار سو درہم پر بڑھایا ہے تو پھر اتر آئے پس قریش کی عورتوں میں سے ایک عورت سامنے آئی اور کہا کہ اے امیر المومنین تم نے لوگوں کو منع کر دیا کہ چار سو درہم سے عورتوں کا مہر نہ بڑھائیں ۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ بولی کہ کیا آپ نے وہ نہیں سنا جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ و آتیتم احداھن قنطارا ،پس عمر ؓ نے یہ سن کہا کہ اے اللہ تعالیٰ میں مغفرت چاہتا ہوں سبھی آدمی عمر یعنی مجھ سے زیادہ فقیہ ہیں ۔ پھر لوٹ کر منبر پر چڑھے اور کہا کہ اے لوگو میں نے تم کو منع کیا تھا کہ عورتوں کے مہر میں چارسو درہم سے زیادہ نہ کر و پس میں کہتا ہوں کہ اس کو اختیار ہے کہ اپنے مال سے جس قدر چاہے دے اور ابو یعلیٰ نے کہا کہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ شیخ راوی نے یوں کہا تھا کہ عمرؓ نے کہا سو جس کا جی چاہے وہ ایسا کرے [[41]](#footnote-41)۔

1. یا ایّھالذین آمنوا اذا قمتم الی االصلاۃ فاغسلوا وُجُوھکم و ایدیکم الیَ المرافق و امسحوا برؤسکم و ارجلکم الی الکعبین[[42]](#footnote-42)

مولانا سید امیر علیؒ نے اس آیت تفسیر میں قرآۃ متواترہ سے اہل تشیع کا رد کیا ہے کہ انہوں نے جو اس آیت سے پیروں کا مسح کرنا ثابت کیا ہے وہ درست نہیں ہے اور اس پربہت مفصل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؛ اور دھو اپنے پاؤں ٹخنوں تک ۔۔ ف۔ ارجلکم ایک قرآۃ میں نصب سے پڑھا گیا ہے اور یہ اکثر ہے پس عطف ہے وجوھکم پر اور یہ ظاہر ہے اور بیچ میں وامسحوا برؤسکم سے فصل ہے بوجہ رعایت ترتیب کے اور ایک قرآۃ میں ارجلکم جر کے ساتھ پڑھا گیا ۔ پس دراصل تو اس کو نصب ہے لیکن برؤسکم کے پڑوس میں ہونے کی وجہ سے ارجلِکم زیر کے ساتھ آسانی سے نکلتا تھا لہذا اس کو بالجر پڑھا گیا ۔ اگرچہ معنی میں نصب کے صورت والے معنی مراد ہیں اس لئے کہ مسح یہاں ٹخنوں تک کہنے سے متصور ہی نہیں ہے چنانچہ دونوں قرآۃ پر معنی یہ ہیں کہ دھو تم اپنے پاؤں کو کعبین تک یعنی کعبین سمیت جیسا کہ سنت سے اس کا بیان آگیا ہے اور کعبین تثنیہ کا صیغہ ہے وہ دو ہڈیاں ابھری ہوئی ہر پیر میں پنڈلی و قدم کے جوڑ پر ادھر ہوتی ہیں اور یہی چاروں اماموں و جمہور کا قول ہے اور جس کلام کے یہ معنی لئے کہ مسح کرو پاؤں کا کعبین تک وہ کہتا ہے کہ کعب وہ جگہ ہے جہاں انگلیوں کی نسیں جا کر مل گئی ہیں اور وہ قدم کی پشت پر ہے ساق کی جڑ پاس ہےاور یہ رد کردیا گیا اس طرح کہ وہ تو ہر پاؤں میں ایک ایک ہے حالانکہ کعبین صیغہ تثنیہ ہے پس اگر وہی مراد ہوتی تو ارجلکم الی الکعب ہوتا جیسے وجوہ و مرافق اور رؤس میں جمع کا صیغہ ہے علاوہ بریں اہل اللغۃ کے بالکل خلاف ہے اگر وہم ہو کہ پھر جب پاؤں کو دھونا مقصود تھا تو منہ و ہاتھوں کے ساتھ بیان کردیا جاتا مفسر نے جواب دیا کہ قال المفسر آیت میں جس ترتیب سے جس کا دھونا و مسح کرنا مذکور ہے یہ ترتیب بھی فرض ہے چنانچہ منہ و ہاتھ دھوئے جاتے ہیں اور پاؤں بھی دھوئے جاتے ہیں لیکن ان کے بیچ میں سر کا مسح مقدم ہے تو اس سے افادہ یہ ہے کہ ان اعضاء کے پاک کرنے کی ترتیب رکھواگر وہم ہو کہ اس سے پاؤں پر مسح کا وہم پیدا ہوا اور اسکاجواب یہ ہے کہ یہ یہاں وہم فقط ایک لفظ کعبین سے رفع ہوگیا کیونکہ مسح تو سیدھا ساق تک ہوتا پس معنی یہ کہ دھو ڈالو کعبین تک پھر ترتیب کو مفسر نے کہا کہ یہ ترتیب واجب ہے اور یہی امام شافعؒی کا مذہب ہے اور یہی امام مالکؒ و احمدؒ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ ؒ کے نزدیک ترتیب سنت موکدہ ہے اور واؤ ترتیب کے واسطے اہل لغت کے نزدیک نہیں ہے ۔ پس فصل کر دینے میں ممسوح کے بعد پاؤں دھونا بیان کرنے میں تنبیہ و ارشاد ہے کہ پاؤں پر پانی بہانے میں اسراف نہ کریں کیونکہ یہ مظنہ اسراف ہیں ۔ ذکرہ علامہ زمخشریؒ قال المفسر اور سنت سے یہ بات نکالی گئی کہ وضو میں پہلے نیت کرنا واجب ہے جیسے عبادت میں ہے اور یہی دیگر ائمہ کا قول ہے اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک یہ مسلّم ہے کہ عبادات میں بدون نیت ثواب نہیں لیکن وضو میں دو جہت ہیں ایک تو وہ خود عبادت ہے اور دوم یہ کہ وہ نماز کے واسطے شرط ہے پس اگر نیت کرلی تو تو وضو میں عبادت کا ثواب بھی ہوگا اگر نیت نہیں کی تو ثواب نہ ہوگا ولیکن نماز کے واسطے صحیح ہو جائے گا یعنی اس سے نماز ادا ہوجائے گی بخلاف نماز کے اگر اس میں خالص نیت نہ ہوئی تو وہ کچھ بھی نہیں ہوگی ۔ کیونکہ ا س میں ایک ہی جہت ہے ۔ پھر واضح ہوکہ مفسر نے اکلیل میں کہا کہ ارجلکم میں قرآۃ نصب تو پاؤں دھونے کے واسطے ہے اور جر کی قرآۃ موزوں پر مسح کرنے کے واسطے ہے ۔

کیونکہ قرآتوں کامتعدد ہونا بمنزلہ تعداد آیات کے ہے اور یہ قول ٹھیک ہے ۔صوا ب یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ قرآتیں دونوں ثابت ہیں پس سنت کی طرف رجوع کیا گیا تو وہاں سے معلوم ہوا کہ دھونا واجب ہے کیونکہ احادیث مشہور متواتر ہیں کہ آنحضرت ﷺ وصحابہ پاؤں دھویا کرتے تھے اور حدیث ویل للعقاب من النار یعنی جو ایڑیاں سوکھی رہ جاویں وضو کے اندر دھونے میں تو ان کی سزا یہ کہ دوزخ کی آگ سے جلیں گی ۔ اس حدیث کو اتنی جماعت نے صحابہ میں سے روایت کیا کہ مرتبہ شہرت کو پہنچ گئی ہے اور حافظ الحدیث حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ صحابہ میں سے کسی نے پاؤں دھونے میں اختلاف ثابت نہیں سوائے حضرت علیؓ و ابن عباس و انس بن مالک ؓ کے کہ ان سے مسح کا قول ملتا ہے اگرچہ ان کا فعل ثابت نہیں کہ کھلے پاؤں پر کبھی انہوں نے مسح کیا ہواور یہ بھی ثابت ہوا کہ ان لوگوں نے اس قول سے رجوع کیا ہے اور امام ابن جریرؒ نے اسی سے استدلال کیا کہ غسل اور دھونے میں وضو کرنے والے کو اختیار ہے انتہی کلامہ ابن العربی نے کہا کہ امت نے اتفاق کیا ہے کہ پاؤں دھونا وضو میں واجب ہے اورمجھے نہیں معلوم کہ کسی نے اس سے خلاف کیا ہو اسوائے ابن جریر کے جو فقہائے مسلمین سے تھے اور ماسوائے ان کےاور لوگوں میں سے فرقہ رافضہ نے خلاف کیا ہے قال ابن کثیر قولہ تعالیٰ وارجلکم الی الکعبین ۔ اس مین ارجلکم پہ نصب پڑھا گیا کہ عطف ہے وجوھکم و ایدیکم پر اور عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے و ارجلَکم پڑھا نصب کے ساتھ یعنی کہہ دیا کہ میں نے رجوع کیا کہ پاؤں دھونا واجب ہے--قال المترجم اور پوشیدہ نہیں کہ ہر دو قرآتیں ثابت ہیں پس قرآن مجیدجو سات ھروف پر نازل ہوا ازانجملہ یہ بھی ہے کہ قرآۃ بالنصب و بالجر یہاںمفید یہاں دو احکام ہےاور مفسر نے مقدمہ میں اس کو مشرح لکھا ہے پس اسکو غلط و خلاف صواب ٹھرانا جیسا کہ کمالین سے ظاہر ہوتا ہے بعید ہے اس لئے کہ قرآۃ بالنصب کے ساتھ احادیث متواترہ یا مشہورہ مفید غسل ہیں اور قرآۃ بالجر کے ساتھ کوئی حدیث و سنت نہیں ہے [[43]](#footnote-43) ۔

خلاصۃ البحث:اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سید امیر علیؒ ملیح آبادی نے مواھب الرحمان میں بنیادی طور پر تفسیر بالماثور کا طریق اپنایا ہے اور آنحضورﷺ کی سنت اور صحابہ ؓ وتابعینؒ کے اقوال سے تفسیر بیان کی ہے ۔ چنانچہ آپؒ نے اپنے تفسیری اصولوں میں سے علم قرآۃ سے بھی استدلال اور استفادہ کیا ہے۔مولانا نےقرآۃ سے تفسیری استدلال کرتے وقت لغوی ،نحوی اور صرفی توجیہ بیان کردی ہے اور بعض جگہ پر نحویوں کی طرف سے ہونے والے اعتراضات کا جواب بھی مدلل دیا ہے ۔ آپؒ نے بہت سے مقامات پر متواتر قرآت کا بھی ذکر نہیں کیا ہے جیسے واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بماکانوا یفسقون (سورۃ الاعراف) کی تفسیر بیان کی قرآت سے تفسیر میں استفادہ کیا ہے مگر ذکر نہیں کیا ہے اور کہیں متواتر اور شاذ کا فرق واضح نہیں کیا ہے ۔مولانا نے قرآت کا احاطہ نہیں کیا ہے ۔ آپؒ نے قرآت کے بنیادی اور فنی مصادر کی طرف رجوع نہیں کیاہے۔ ایسے ہی قرآت میں یکسانیت کو بھی بیان نہیں کیا ہے ۔ کسی کسی مقام پر بضرورت قرآت کا دفاع کیا ہے اور اسکے لئے دالائل بھی ذکر کئے ہیں اور قرآت شاذہ جس مقام پر حجت نہیں ہے وہاں پر دلائل سے یہ بات بیان کی ہے کہ قرآت شاذہ حجت نہیں ہے ۔

1. Khateeb, Pakistan Army [↑](#footnote-ref-1)
2. PhD Scholar, UET Lahore [↑](#footnote-ref-2)
3. ۔ڈاکٹر نور حبیب اختر تفسیر مواھب الرحمان کا تحقیقی مطالعہ(مقالہ برائے پی ایچ ڈی) شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور ص 18 [↑](#footnote-ref-3)
4. Gazetteer of province of Ouhd Published by the Authority Of b Allah Abad ( north Western province) Government Press Vol. ii, H to M ,p, 436 [↑](#footnote-ref-4)
5. ۔ لکھنوی، سید عبدالحی حسنی بریلوی،، نزھۃ الخواطرو بھجۃالمسا مع والنواظر، مقبول اکیڈمی چوک انار کلی بالمقابل المینار مارکیٹ لاہور (1967ء)، ج8 ،ص88۔ [↑](#footnote-ref-5)
6. ۔ ندوی ، مولانا سید ابوالحسن علی،'حیاتِ عبدالحی؛ مجلس نشریاتِ اسلام ، کراچی، ص 74 تا 75۔ [↑](#footnote-ref-6)
7. ۔ نزھۃ الخواطر، ، ج8،ص87۔ [↑](#footnote-ref-7)
8. ۔ نورانی ،امیر حسن،علمی اُجالے،ناشر راجہ رام کمار بک ڈپو لکھنؤ(1959ء) ص 64۔ [↑](#footnote-ref-8)
9. ملیح آبادی،سید امیر علی،فتاوٰی ہند یہ مترجم، مطبع نول کشور لکھنؤ ،( مارچ 1931ء )، ص،210۔ [↑](#footnote-ref-9)
10. نورا نی ، امیر حسن ، علمی اجالے ، ص 66-67۔ [↑](#footnote-ref-10)
11. ۔ ملیح ابادی ، سید امیر علی (1858ء-1919ء)، مواھب الرحمٰن، مکتبہ رشیدیہ لمٹڈ 31 اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور،سرِ ورق، ج 1 [↑](#footnote-ref-11)
12. ۔ سید امیر علی ،تفسیر مواھب الرحمان، مقدمۃ التفسیر، مکتبہ رشیدیہ لاہور ،ج1، ص ،79۔ [↑](#footnote-ref-12)
13. سید امیر علی، مواھب الرحمان ،مقدمۃ التفسیر ،ج1،ص 84 [↑](#footnote-ref-13)
14. سید امیر علی ،تفسیر مواھب الرحمان ،مکتبہ نول کشور، ج،30،ص854۔ [↑](#footnote-ref-14)
15. ۔ علامہ جمال الدین ابو الفضل محمد بن مکرم بن علی بن احمد بن ابو القاسم بن منظور انصاری مصری افریقی(711ھ) ہیں جو عربی ادب کے ایک عظیم ماہر لغت ادیب اور انساپرداز تھے۔ [↑](#footnote-ref-15)
16. امام ابو الحسن علی بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری المعروف ابن الاثیر(630ھ) ہئں جو ایک بلند پایہ مورخ ادیب اور نسّاب تھے اور مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے انہوں نے کئی موضوعات پر کتب تحریر کیں ۔ [↑](#footnote-ref-16)
17. ابن منظورؒ،لسان العرب،دار صادر بیروت لبنان ، ج1 ،ص 119۔ [↑](#footnote-ref-17)
18. القرآن : سورۃ القیامۃ آیت نمبر 17 [↑](#footnote-ref-18)
19. علامہ محمد علی تھانوی موسوعۃ کشّاف اصطلاحات الفنون و العلوم مکتبۃ لبنان ناشرون (1996ء) الجزء 2 ص 1312۔ [↑](#footnote-ref-19)
20. ۔ الزرکشی امام بدر الدین محمد بن عبداللہ البرھان فی علوم القرآن مکتبۃ دار التراث قاھرہ مصر(1958ء) ج1 ص 318 [↑](#footnote-ref-20)
21. ابن الجزری امام شمس الدین ابو الخیر محمد بن محمد بن الجزری مُنجدُ المقرئین و مرشد الطالبین مکتبۃ القدسی شارع جامعۃ الازھر پاھرۃ مصر (1350ھ) ص3۔ [↑](#footnote-ref-21)
22. ۔القسطلانی امام ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر القسطلانی (923ھ) لطائف الاشارات لفنون القرآت وزارۃ الشؤون الاسلامیۃ و الوقاف و الدعوۃ و الارشاد مجمع المکل فھد لطباعۃ المصحف الشریف الامانۃ العامۃ الشؤون العلمیۃ المملکۃالسعودیۃ العربیۃ ج1 ص 355 [↑](#footnote-ref-22)
23. سید امیر علیؒ مواھب الرحمان مقدمۃ التفسیر ج1 ص55۔ [↑](#footnote-ref-23)
24. سید امیر علیؒ مواھب الرحمان مقدمۃ التفسیر ج1 ص 55۔ [↑](#footnote-ref-24)
25. سید امیر علی مواھب الرحمان مقدمۃ التفسیر ج1 ص 56۔ [↑](#footnote-ref-25)
26. سید امیر علی ؒ مواھب الرحمان مقدمۃ التفسیر ج 1 ص59-60۔ [↑](#footnote-ref-26)
27. سید امیر علیؒ مواھب الرحمان مقدمۃ التفسیر ج1 ص55۔ [↑](#footnote-ref-27)
28. سید امیر علیؒ مواھب الرحمان مقدمۃ التفسیر ج1 ص58۔ [↑](#footnote-ref-28)
29. سید امیر علیؒ مواھب الرحمان مقدمۃ التفسیر ج1 ص 58۔ [↑](#footnote-ref-29)
30. سید امیر علی ؒ مواھب الرحمان مقدمۃ التفسیر ج1 ص 59۔ [↑](#footnote-ref-30)
31. القرآن : سورۃ الاعراف آیت نمبر 201۔ [↑](#footnote-ref-31)
32. سید امیر علیؒ ،مواھب الرحمان ،پارہ نمبر 9 ،ج3،ص167۔ [↑](#footnote-ref-32)
33. القرآن: سورۃ الفا تحۃ آیت نمبر 3 [↑](#footnote-ref-33)
34. سید امیر علی ؒ ،مواھب الرحمان ،پارہ نمبر 1،ج 1،ص 20-21 [↑](#footnote-ref-34)
35. القرآن: سورۃ البقرۃ آیت نمبر 61 [↑](#footnote-ref-35)
36. سید امیر علیؒ ،مواھب الرحمان،پارہ نمبر1،ج1ص 176۔ [↑](#footnote-ref-36)
37. ڈاکٹر،عبداللطیف الخطیب ، معجم القرآت القرآنیۃ،دار سعد الدین قاہرہ مصر(،2002ء)،ج1 ص 64۔ [↑](#footnote-ref-37)
38. القرآن : سورۃ آل عمران آیت نمبر 161 [↑](#footnote-ref-38)
39. سید امیر علیؒ،مواھب الرحمان ،پارہ نمبر 4 ج2،ص96 [↑](#footnote-ref-39)
40. القرآن: سورۃ النسآء آیت نمبر 20۔ [↑](#footnote-ref-40)
41. سید امیر علیؒ،مواھب الرحمان ، پارہ نمبر 4 ،ج 2 ،ص 197-198۔ [↑](#footnote-ref-41)
42. القرآن : سورۃ المائدۃ آیت نمبر 6۔ [↑](#footnote-ref-42)
43. سید امیر، علیؒ مواھب الرحمان ،پارہ نمبر 6 ج 2 ص 58-61 [↑](#footnote-ref-43)